فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۹۹)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ کا نام ''محمد'' اللہ تعالیٰ نے رکھا؟

جواب: اس پر کوئی دلیل معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی اللہ تعالیٰ نے رکھا، بلکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نام آپ ﷺ کے گھر والوں نے رکھا ہے۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي .

''میرا نام محمد ہے، یہ نام میرے گھر والوں نے رکھا۔''

(صحیح مسلم : 315)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ روایت ہے:

الْوَلَدُ سِرُّ أَبِيهِ .

''بیٹا اپنے والد کا راز دان ہوتا ہے۔''

جواب: ایسی کوئی روایت کتب حدیث میں موجود نہیں۔

❁ حافظ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَقَدْ لَهِجَ بِهِ الْعَوَّامُ كَثِيرًا .

''یہ بے اصل حدیث ہے، البتہ لوگ اسے بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں۔''

(التّذكرة، ص 212)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(المَقاصد الحسنة : 1268)

سوال: کیا باپ حسب ضرورت اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ لے سکتا ہے؟

جواب: باپ ضرورت مند ہے، تو وہ اپنے بیٹے کی کمائی سے لے سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتٰى أَعْرَابِيٌّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أَبِي يُرِيدُ أَنْ يَّجْتَاحَ مَالِي ، قَالَ : أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ ، إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ، وَإِنَّ أَمْوَالَ أَوْلَادِكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ فَكُلُوهُ هَنِيئًا .

''ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: میرا باپ میرا مال ضائع کرنا چاہتا ہے، فرمایا: آپ اور آپ کا مال آپ کے باپ کی (ملکیت) ہے، آپ کا سب سے پاکیزہ کھانا آپ کی کمائی ہے اور آپ کی اولاد کا مال آپ کی کمائی ہے، چنانچہ آپ اسے بہ خوبی کھا سکتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 214/2، سنن أبي داوٗد : 3530، سنن ابن ماجه : 2292، المنتقى لابن الجارود : 995، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا کسی صورت میں بیوی کو طلاق دینا جائز ہے؟

(جواب): طلاق کی مختلف صورتیں ہیں، اگر بیوی فرمانبردار ہے، نیک چال چلن والی ہے، تو بلاوجہ ایسی بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں۔ یہ اس کی زندگی کے ساتھ ظلم ہے۔

اگر بیوی بدچلن ہے اور شوہر پاکدامن ہے، تو ایسی بیوی کو طلاق دے دے، کیونکہ پاکدامن مردوں کے لیے پاکدامن خواتین ہی ہونی چاہییں اور بدچلن کے بدچلن۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ، وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾(النّور : ٢٦)

''خبیث (زانی) مردوں کے لیے خبیث (زانیہ) عورتیں ہیں، خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں، پاکدامن مردوں کے لیے پاکدامن عورتیں ہیں اور پاکدامن عورتوں کے لیے پاکدامن مرد ہیں۔''

بیوی نافرمان یا بداخلاق ہے، تو اسے ہر لحاظ سے نصیحت کرنی چاہیے، اگر تمام راستے اختیار کرنے کے باوجود نافرمان ہو، تو ایسی بیوی کو طلاق دینے میں ہی عافیت ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ يَدْعُونَ اللّٰهَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ ؛ رَجُلٌ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ سَيِّئَةُ الْخُلُقِ فَلَمْ يُطَلِّقْهَا، وَرَجُلٌ كَانَ لَهُ عَلٰى رَجُلٍ مَالٌ فَلَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ آتٰى سَفِيهًا مَالَهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾(النساء : 5).

''تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؛ ① جس کی بیوی بداخلاق اور بدتمیز ہو،

وہ اسے طلاق نہ دے۔ ② جو کسی کو قرض دے، لیکن اس پر گواہ نہ بنائے۔ ③ جو اپنا مال (بغرض تجارت) کسی ناسمجھ کے حوالے کر دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء : 5) ''اپنے مال ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کرو۔''

(المستدرك للحاكم : 331/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 146/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں تین باتیں مذکور ہیں؛

① جس کی بیوی بد اخلاق ہے، وہ اسے طلاق نہیں دیتا، تو اس کی دعا قبول نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیوی اسے پریشان کرتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ یہ پریشانی دور کر دے، تو اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رخصت دی ہے کہ وہ ایسی بد اخلاق بیوی کو طلاق دے کر خلاصی پا لے، لیکن وہ اسے طلاق نہیں دیتا، ایسا شخص اگر بیوی کی اذیتوں پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اس سے مطلق دعا مراد نہیں ہے۔

② جس نے کسی شخص کو قرض دیا ہو، قرض پر گواہ نہ بنایا ہو، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا، کسی کو گواہ نہ بنایا، پھر جب قرض کا مطالبہ کیا، تو قرض لینے والا مکر گیا، اب مطالبہ کرنے والا اسے بدعا دیتا ہے، تو اس شخص کی یہ دعا جو یہ دوسرے شخص کے خلاف کر رہا ہے، قبول نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرض پر گواہ بنانے کی راہنمائی کی تھی، لیکن اس نے اللہ کے حکم کو اختیار نہ کیا، لہٰذا اب بطور سزا اس کی قرض لینے والے کے خلاف دعائیں قبول نہ ہوں گی۔

③ جو اپنا مال کسی ناسمجھ کے سپرد کر دیتا ہے، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مال کسی ناسمجھ کو دیتا ہے کہ میرے مال میں تجارت کرو، لیکن وہ ناسمجھ مال ضائع کر دیتا ہے، اب مال کا مالک اس ناسمجھ کو بد دعائیں دیتا ہے، تو اس کی یہ بد دعائیں ہرگز قبول نہ ہوں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ مال کو ناسمجھوں کے حوالے نہ کرو۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء : 5)

''اپنے مال ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کریں۔''

ان تین افراد کی دعا مطلق رد نہیں ہوتی، بلکہ یہاں خاص دعا مراد ہے، جو رد کر دی جاتی ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا وَلا تُطَلِّقُوا، فَإِنَّ الطَّلاقَ يَهْتَزُّ لَهُ الْعَرْشُ .

''شادی کریں، طلاق مت دیں، کیونکہ طلاق سے عرش الٰہی لرز جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 196/6، تاريخ أصبهان لأبي نعيم : 194/1، تاريخ بغداد للخطيب : 93/14)

روایت من گھڑت ہے۔

① عمرو بن جمیع ''متہم بالوضع'' اور بالاتفاق متروک ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی تَرْكِهٖ .

''بالاتفاق متروک ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 935/4)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا خَبِيثًا .

''یہ خبیث کذاب ہے۔''

(تاریخ الدّوري : 2272)

② جویبر بن سعید ازدی ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر وغیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 199/6)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(المَوضوعات : 277/2)

❁ علامہ صغانی رحمہ اللہ نے اسے ''من گھڑت'' قرار دیا ہے۔

(المَوضوعات : 97)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المَقاصد الحَسَنة، ص 49)

مطلق طور پر طلاق کی کراہت نہیں، کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی طلاق دی ہے۔

سوال: کیا قاضی یا جج کے فیصلے کے بغیر طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: شرعی لحاظ سے طلاق شوہر کا وظیفہ ہے، وہ اپنے اختیار سے طلاق دے سکتا

ہے، قاضی یا جج کے فیصلے کی ضرورت نہیں، البتہ قانونی دستاویزات تیار کرنا بہتر ہے، اس کا تعلق ریاستی آئین سے ہے۔

سوال: کیا نمرود مچھر سے ہلاک ہوا؟

جواب: اس پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: مردود ہونے سے پہلے ابلیس کا نام کیا تھا؟

جواب: کتاب وسنت میں ابلیس نام ہی وارد ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ گمراہ ہونے سے پہلے ابلیس کا نام عزازیل تھا، بعد میں ابلیس رکھا گیا، مگر یہ بات بے دلیل ہے۔

سوال: کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں تیمّم کر کے نماز پڑھتے تھے؟

جواب: اس پر کوئی معتبر دلیل معلوم نہیں ہو سکی۔

سوال: شہد کی مکھی کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شہد کی مکھی کی خرید وفروخت جائز ہے۔ شریعت نے اس کی بیع سے منع نہیں کیا، اس سے شہد کی صورت میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، لہٰذا اس کی بیع بھی جائز ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حرام تھا، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حرام قرار نہیں دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح جائز تھا، صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں چاہتے تھے کہ ابوجہل، جو کہ اللہ کا دشمن تھا، کی بیٹی اور اللہ کے نبی کی بیٹی ایک انسان کے نکاح میں جمع ہوں۔

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا، وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ أَبَدًا.

''میں حلال کو حرام نہیں کر سکتا، نہ حرام کو حلال کر سکتا ہوں، مگر اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔''

(صحيح البخاري: 3110، صحيح مسلم: 2449)

اس فرمان کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سوائے ابو جہل کی بیٹی کے دوسرا نکاح جائز اور حلال تھا۔

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟

جواب: محمد کریم ﷺ کی قبر مبارک کے سوا کسی نبی کی قبر کا تعین نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قبر مبارک شام کے علاقے ''کرک'' میں ہے، مگر یہ بات بے ثبوت ہے، اس پر کوئی معتبر دلیل معلوم نہیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ مَا هُوَ مُحَقَّقٌ سِوٰى قَبْرِ نَبِيِّنَا.

''انبیا کی قبروں میں سے کوئی ایسی نہیں، جس کے بارے میں یقیناً کہا جا سکے کہ یہ فلاں نبی کی قبر ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے۔''

(طرح التّثريب: 303/3)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ تَعْيِينُ قَبْرِ أَحَدٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرِ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''نبی کریم ﷺ کی قبر کے سوا کسی نبی کی قبر کو یقینی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔''

(المَشرَب الوَردي، ص 33)

سوال: قرض لینا کیسا ہے؟

جواب: بوقت ضرورت قرض لیا جا سکتا ہے، یہ سودی نظام کا نعم البدل ہے، اجتناب بہتر ہے۔

سوال: عشق کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: عشق جھوٹی محبت کا نام ہے۔ یہ صوفیا کی جھوٹی اصطلاح ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعِشْقُ : وَهُوَ الْحُبُّ الْمُفْرِطُ الَّذِي يُخَافُ عَلٰی صَاحِبِهٖ مِنْهُ، وَلٰكِنْ لَّا يُوصَفُ بِهِ الرَّبُّ تَعَالٰی وَلَا الْعَبْدُ فِي مَحَبَّةِ رَبِّهٖ، وَإِنْ كَانَ قَدْ أَطْلَقَهٗ بَعْضُهُمْ، وَاخْتُلِفَ فِي سَبَبِ الْمَنْعِ، فَقِيلَ : عَدَمُ التَّوْقِيفِ، وَقِيلَ غَيْرُ ذٰلِكَ، وَلَعَلَّ امْتِنَاعَ إِطْلَاقِهٖ أَنَّ الْعِشْقَ مَحَبَّةٌ مَّعَ شَهْوَةٍ.

''عشق حد درجہ کی محبت کو کہتے ہیں کہ جس میں عاشق پر کئی خطرات و خدشات ہو سکتے ہیں۔ لیکن رب تعالیٰ کو اس لفظ سے متصف نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی بندے کی اللہ سے محبت پر عشق کا لفظ بولا جا سکتا ہے، اگرچہ بعض نے استعمال بھی کیا ہے۔ (اللہ کی محبت پر) اس لفظ کی ممانعت کی وجہ میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق کہ یہ لفظ شرعا ثابت نہیں، کئی اور اقوال بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ ممانعت کی (ایک) وجہ یہ بھی ہو کہ عشق اس محبت کو کہتے ہیں جس میں شہوت

پائی جائے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 165)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر پوشیدہ وظاہری شے کو ملاحظہ فرماتے ہیں؟

جواب: ہمارے نبی کریم ﷺ وہی کچھ دیکھتے تھے، جو اللہ تعالیٰ آپ کو دکھا دیتے تھے۔ وہی خبر دیتے تھے، جو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ دیکھنا یا خبر دینا آپ کے اختیار میں نہ تھا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا .

''جہنم کے دو گروہوں کو میں نے نہیں دیکھا۔''

(صحيح مسلم : 2128)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ، فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَّا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ، قَالَ : فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ .

''میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں، جن کو میں یاد نہ رکھ سکا، جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہ ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، وہ مجھ سے

بیت المقدس کی نشانیاں پوچھ رہے تھے اور میں ان کو دیکھ کر بتا تا جا رہا تھا۔‘‘

(صحيح مسلم : 172)

اگر نبی کریم ﷺ چیزوں کے وجود سے پہلے بھی انہیں دیکھ رہے ہوتے، تو بیت المقدس کے ستون، جنہیں دیکھا بھی تھا، مگر یاد نہیں رکھ سکے، کے متعلق بتانے میں پریشانی نہ ہوتی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دکھا دیے، تو آپ نے بتا دیا۔ یہ ستون تو وجود میں آ چکے تھے۔ کتنے ہی موقعوں پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: أَيْنَ أَنْتَ؟ آپ کہاں تھے؟

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدَ عَرَفَ رَبَّهٗ .

’’جس نے خود کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔‘‘

جواب: بے سند جھوٹی روایت ہے۔

❁ **علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا لَا يَثْبُتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

’’نبی کریم ﷺ سے یہ روایت ثابت نہیں۔‘‘

(قواطع الأدلة في الأصول : 60/2)

❁ **حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَيْسَ هُوَ بِثَابِتٍ .

’’یہ روایت ثابت نہیں۔‘‘

(فتاوى النّووي، ص 248)

❁ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

بَعْضُ النَّاسِ يَرْوِي هٰذَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ وَلَا يُعْرَفُ لَهٗ إِسْنَادٌ .

''بعض لوگ ان الفاظ کو نبی کریم ﷺ سے منسوب کرتے ہیں، جبکہ یہ نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس کی سند معلوم ہے۔''

(مَجموع الفتاوى : 349/16)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا هُوَ أَثَرٌ إِسْرَائِيلِيٌّ بِغَيْرِ هٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث نہیں ہے، بلکہ یہ تو اسرائیلی روایت ہے، جس کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔''

(مَدارج السّالكين :427/1)

❀ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

(الفتاوى الحديثية، ص 206)

سوال: صفات باری تعالیٰ کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: صفات باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی غیر نہیں ہیں، لہٰذا جب اللہ کی قسم اٹھانا جائز ہے، تو اس کی صفات کی قسم اٹھانا بھی بالاجماع جائز ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ عَلٰى مَا وَصَفَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ مِنْ حُكْمِ الْكَفَّارَةِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَهْلِ الْفُرُوعِ وَلَيْسُوا فِي هٰذَا الْبَابِ بِخِلَافٍ وَّأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ تَصْرِيحَ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ هُوَ قَوْلُ الْحَالِفِ بِاللّٰهِ أَوْ وَاللّٰهِ أَوْ تَاللّٰهَ .

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤ طّأ من المعاني والأسانيد : 369/14)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي لابن أبي حاتم، ص 193، حلية الأولياء لأبي نعيم : 113/9، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 28/10، مناقب الشّافعي للبيهقي :405/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا اصحاب کہف کا کتا اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی جنت میں جائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنت مؤمن جن وانس کے لیے بنائی ہے، جانوروں کے لیے نہیں۔ جو جانور جنت میں ہوں گے، وہ اہل جنت کی منفعت کے لیے ہوں گے، وہ دنیا والے جانور نہیں ہوں گے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی قبروں سے نور نکلتا ہے؟

جواب: یہ محض غلو ہے۔

❀ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ .

''دین میں غلو سے بچیں، پہلی قوموں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا۔''

(سنن النّسائي : 3057، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ الْغُلُوُّ فِي بَعْضِ الْمَشَايِخِ؛ إِمَّا فِي الشَّيْخِ عَدِيٍّ وَيُونُسَ الْقَتٰى أَوِ الْحَلَّاجِ وَغَيْرِهِمْ؛ بَلْ الْغُلُوُّ فِي عَلِيِّ بْنِ أَبى طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَنَحْوِهٖ بَلْ الْغُلُوُّ فِي الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَحْوِهٖ، فَكُلُّ مَنْ غَلَا فِي حَيٍّ؛ أَوْ فِي رَجُلٍ صَالِحٍ كَمِثْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوْ عَدِيٍّ أَوْ نَحْوِهٖ؛ أَوْ فِيمَنْ يُعْتَقَدُ فِيهِ

الصَّلَاحُ؛ كَالْحَلَّاجِ أَوْ الْحَاكِمِ الَّذِي كَانَ بِمِصْرَ أَوْ يُونُسَ الْقَتٰى وَنَحْوِهِمْ وَجَعَلَ فِيهِ نَوْعًا مِنْ الْإِلَهِيَّةِ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ : كُلُّ رِزْقٍ لَا يَرْزُقُنِيهِ الشَّيْخُ فُلَانٌ مَا أُرِيدُهُ أَوْ يَقُولَ إذَا ذَبَحَ شَاةً : بِاسْمِ سَيِّدِي، أَوْ يَعْبُدُهُ بِالسُّجُودِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَوْ يَدْعُوهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ تَعَالٰى؛ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ اغْفِرْ لِي أَوْ ارْحَمْنِي أَوْ انْصُرْنِي أَوْ ارْزُقْنِي أَوْ أَغِثْنِي أَوْ أَجِرْنِي أَوْ تَوَكَّلْتُ عَلَيْك أَوْ أَنْتَ حَسْبِي؛ أَوْ أَنَا فِي حَسْبِكَ؛ أَوْ نَحْوَ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ؛ الَّتِي هِيَ مِنْ خَصَائِصِ الرُّبُوبِيَّةِ الَّتِي لَا تَصْلُحُ إلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَكُلُّ هٰذَا شِرْكٌ وَضَلَالٌ يُسْتَتَابُ صَاحِبُهٗ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ، فَإِنَّ اللّٰهَ إنَّمَا أَرْسَلَ الرُّسُلَ وَأَنْزَلَ الْكُتُبَ لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَلَا نَجْعَلَ مَعَ اللّٰهِ إلٰهًا آخَرَ .

''اسی طرح بعض مشائخ کی شان میں غلو کیا جاتا ہے، مثلاً شیخ عدی، یونس قتی اور حلاج وغیرہ، بلکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شان میں غلو اور سیدنا مسیح علیہ السلام وغیرہ کی شان میں غلو۔ جس نے بھی کسی زندہ کی شان میں غلو کیا یا کسی نیک ہستی جیسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا عدی وغیرہ کی شان میں غلو کیا یا اس کی شان میں غلو کیا، جس کو صالح سمجھا جاتا ہے، مثلاً حلاج، حاکم مصر، یا یونس قتی وغیرہ اور ان کے متعلق الوہیت کی کوئی نوع ثابت کی، مثلاً یہ کہا کہ جو رزق مجھے فلاں شیخ نہ دے، وہ مجھے نہیں چاہیے۔ یا بکری ذبح کرتے وقت کہا: سیدی کے نام کے

ساتھ۔ یا اسے یا کسی اور کو سجدہ کر کے اس کی عبادت کی، یا اللہ کے علاوہ اس کی پکار کی، مثلا یہ کہا: اے فلاں سیدی! مجھے معاف فرما، مجھ پر رحم فرما، میری مدد فرما، مجھے رزق دے، میری مدد کو آ، مجھے پناہ دے، یا میں تجھ پر توکل کرتا ہوں، تو مجھے کافی ہے، میں تیرے سپرد ہوں یا ان جیسے جملے بولے یا ایسے افعال کا ارتکاب کیا، جو ربوبیت کے خصائص ہیں اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیا جا سکتا ہے۔ تو یہ سب شرک اور گمراہی ہے، ایسا کرنے والے سے توبہ کروائی جائے گی، توبہ کر لے، تو درست ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسولوں کو بھیجنے اور کتابوں کو نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی ہی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الہ نہ بنائیں۔''

(مجموع الفتاوی: 395/3)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ قرآنی احکامات کو نزول سے پہلے ہی جانتے تھے؟

جواب: کلام الٰہی کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ قرآنی احکام کیسے جانتے تھے اور قرآن پر عامل کیسے تھے؟

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهٖ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الشّورٰی: ٥٢)

''آپ کتاب و ایمان سے واقف نہ تھے، ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح القدس جبریل امین کو (وحی دے کر) بھیجا، ہم نے اس وحی کو اپنے چنیدہ

بندوں کے لیے راہ ہدایت بنادیا اور آپ کو جادۂ مستقیم کا داعی بنادیا۔‘‘

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾(النّساء : ١١٣)

’’اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا، جو آپ پہلے جانتے نہیں تھے، آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔‘‘

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾(العنكبوت : ٤٨)

’’نزول قرآن سے قبل آپ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ، (کیوں کہ اگر ایسا ہوتا، تب تو) باطل لوگ شک کا شکار ہوتے۔‘‘

(سوال): فرعون کی لاش کہاں ہے؟

(جواب): فرعون کی لاش محفوظ نہیں۔ مصر کے عجائب گھر میں جو لاش رکھی گئی ہے، اسے فرعون کی لاش قرار دینا درست نہیں، معلوم نہیں وہ کس کی لاش ہے؟ دو تین صدیوں پہلے یہ لاش کہاں تھی؟ کسی کو اس کا علم نہیں۔

فرعون کے مردہ جسم کو رب تعالیٰ نے سمندر کے کنارے پر نکال پھینکا، تا کہ بنی اسرائیل کے جو افراد باقی رہ گئے تھے، وہ عبرت پکڑیں کہ جو شخص اپنے آپ کو خدا کہتا تھا، اس کا بدن بول بول کر اپنی بے بسی کا اظہار کر رہا ہے، لہٰذا اس کے بدن سے عبرت پکڑو اور اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔

جسم کے محفوظ ہونے کا یہ مطلب لینا کہ قیامت تک محفوظ رہے گا، درست نہیں۔

سوال: امانت کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: امانت کی قسم اٹھانا جائز نہیں، کیونکہ امانت غیر اللہ ہے۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا .

''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 352/5، سنن أبي داوٗد : 3253، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (4363) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (298/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کسی مستحب عمل کو بلا وجہ ترک کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی عمل کی فضیلت معلوم ہو جائے، تو اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ زندگی میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو، تاکہ آپ اس پر عمل کرنے والوں میں شامل ہو جائیں، اس عمل کو مطلق نظر انداز کرنا مناسب نہیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو، اسے بجالانا چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ .

''میرے احکام پر بقدر استطاعت عمل کی کوشش کیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 7288؛ صحيح مسلم : 1337)

البتہ جانتے بوجھتے کسی ثابت منصوص مستحب عمل کا انکار کفر ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

''یہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے متعلق نازل ہوئی، جو پہلے غریب تھا، حضور سے عرض کیا کہ میری امیری کے لیے دعا فرمائیں، حضور نے فرمایا: تیری لیے غریبی ہی اچھی ہے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں امیر ہو جاؤں، تو بہت شکریہ ادا کروں گا، حضور نے دعا فرما دی، اللہ نے اس کی بکریوں میں ایسی برکت دی کہ مدینہ میں نہ رہ سکیں، ثعلبہ انہیں لے کر جنگل میں چلا گیا، جماعت کی نماز سے محروم ہو گیا، پھر زکوٰۃ سے انکاری ہو گیا اور جب حضور کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے اس کی زکوٰۃ لینے اس کے پاس گئے، تو بولا: زکوٰۃ کیا بھاری ٹیکس ہے، جاؤ، میں سوچ لوں، تو دوں گا۔ اس کی یہ شکایت حضور کی بارگاہ میں پیش ہوئی، پھر وہ زکوٰۃ لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، مگر حضور نے قبول نہ فرمائی، عہد صدیقی و فاروقی میں زکوٰۃ لایا، قبول نہ ہوئی، خلافت عثمانی میں کافر ہو کر مرا۔ (الاحادیث الطّوال للطبرانی، ص ۲۲۵ وغیرہ)''

(تفسیر نور العرفان از احمد یار خان نعیمی، ص316)

جواب: اس قصہ کی سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ معان بن رفاعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۲۔ علی بن یزید الہانی بھی ضعیف ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَشْهُورٌ فِيمَا بَيْنَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَإِنَّمَا يُرْوٰى مَوْصُولًا بِأَسَانِيدَ ضِعَافٍ .

''مفسرین کے یہاں یہ حدیث مشہور ہے، یہ حدیث ضعیف اسانید کے ساتھ

موصول بھی مروی ہے۔''

(دلائل النُّبُوة : 292/5)

۞ نیز فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کی سند محل نظر ہے۔''

(شُعب الإيمان، تحت الحديث : 4048)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''ضعیف'' کہا ہے۔

(المُغني عن حَمَل الأسفار في الأسفار، ص 1179)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''یہ حدیث ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔''

(فتح الباري : 266/3)

اس کا ایک شاہد ابن مردویہ کے حوالے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(الإصابة في تمييز الصّحابة لابن حجر :516/1)

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔عطیہ عوفی ضعیف و مدلس ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحِفْظِ مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ الْقَبِيحِ .

''ضعیف الحفظ ہے، قبیح تدلیس میں مشہور ہے۔''

(طبقات المدلِّسين : 122)